علی ابن مدینی

احوال اور علمی آثار

تحریر : ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی
ترجمہ : مولانا محمد اسلام عمری

نام ونسب

نام علی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ابن المدینی کے نام سے شہرت پائی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح السعدی۔ عروہ بن عطیہ سعدی کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے آپ کی پیدائش بصرہ میں ۱۶۱ھ میں ہوئی [۱]

خاندان

آپ کے والد عبداللہ بن جعفر کا شمار محدثین میں ہوتا تھا۔ انھوں نے عبداللہ بن دینار، علاء بن عبدالرحمٰن، ابوحازم، ابوالزناد، سہل بن ابوصالح، موسیٰ بن عقبہ اور ابن عجلان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن المدینی کے علاوہ اسماعیل بن جعفر بن کثیر، بشر بن معاذ عقدی، علی بن جعد، علی بن حُجر، قتیبہ بن سعید، ابوکامل جحدری اور یحیی بن ایوب مقابری کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔

علامہ ابن معین فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر کا شمار محدثین میں ہوتا ہے لیکن زندگی کے آخری ایام میں ان کا حافظہ کمزور ہوگیا تھا، چنانچہ وہ بالاتفاق 'ضعیف' قرار دیے گئے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۷۸ھ میں ہوا [۲] ابن المدینی کی والدہ نہایت عقل مند اور بہت سمجھ دار خاتون تھیں۔ ان کا شمار راسخ العقیدہ مسلمان خواتین میں ہوتا تھا۔ اس کا

ثبوت درج ذیل واقعہ سے ملتا ہے۔ علی ابن مدینی اپنے علمی سفر کی وجہ سے عرصہ تک وطن سے دور رہے اور ان کی والدہ بصرہ میں تنہا رہیں۔ جب وہ طویل مدت کے بعد وطن واپس آئے تب ان کی والدہ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں: "میں یمن چلا گیا، جس کی وجہ سے کچھ عرصہ بصرہ سے غیر حاضر رہا (راوی کا خیال ہے کہ انھوں نے یہ مدت تین سال بتائی تھی) اس وقت میری والدہ باحیات تھیں۔ جب میں واپس آیا تو کہنے لگیں۔ لختِ جگر! فلاں شخص تمہارا دوست اور فلاں تمہارا دشمن ہے۔ میں نے کہا آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ فلاں فلاں (جن میں یحییٰ بن سعید کا بھی نام لیا) لوگ میرے پاس آتے، مجھے تسلی دیتے اور کہتے "صبر کیجیے آپ کا لختِ جگر دولتِ علم سے مالا مال ہو کر واپس آئے گا اور آپ اسے دیکھ کر خوش ہو جائیں گی"۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ تم سے محبت کرنے والے اور تمہارے دوست ہیں اور فلاں فلاں جب میرے پاس آتے تو کہتے اپنے بیٹے کو خط لکھو، اسے سخت سست کہو اور گھر واپس آنے کے لیے مجبور کر دو"[۳]

اس واقعہ سے علی ابن مدینی کی والدہ کی عظمت، دانائی اور ہوشمندی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ماں کی ان خوبیوں نے بیٹے کی پرورش، پرداخت اور تربیت پر اچھے اثرات مرتب کیے تھے۔

حصولِ علم

علی ابن مدینی کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں متعین طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اتنا معلوم ہے کہ انھوں نے اپنے والد (متوفی ۱۷۸ھ) سے روایت کی ہے اسی طرح انھوں نے حماد بن زید (متوفی ۱۷۹ھ) سے بھی روایت کی ہے[۴]

بعض محدثین کہتے ہیں کہ علی ابن مدینی نے اپنے بچپن ہی میں حماد بن زید سے روایت کی تھی۔ بہر حال اتنی بات طے شدہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ جعفر بن محمد صائغ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عفان، علی ابن مدینی، ابو بکر بن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل کسی جگہ اکٹھا ہوئے۔ عفان نے کہا، علی حماد سے، احمد ابراہیم بن

سعد سے اور ابوبکر شریک سے روایت کریں تو ضعیف قرار پاتے۔" یہ سن کر علی ابن المدینی نے کہا کہ "عفان بھی شعبہ سے روایت کریں تو ضعیف قرار پاتے ہیں"۔

ذہبی فرماتے ہیں کہ "ان صورتوں میں ان لوگوں کے ضعیف ہونے کا سبب یہ ہے کہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے وقت یہ حضرات کم عمر تھے۔"[۵۸]

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ علی ابن مدینی نے حدیثِ نبوی کی روایت و کتابت کا آغاز پندرہ سال کی عمر سے کر دیا تھا۔ غالب گمان یہ ہے کہ انھوں نے حصولِ علم کی ابتدا اپنے شہر سے کی تھی۔ بعد میں دیگر مقامات کا سفر کیا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علمی اسفار والد کے انتقال کے عرصہ بعد شروع ہوئے۔

خواب

ابو قدامہ کہتے ہیں: "میں نے علی ابن مدینی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ "ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ ثریا ستارہ میرے بہت قریب آگیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو پکڑ لیا۔" ابو قدامہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خواب کو سچ کر دکھایا اور فنِ حدیث میں وہ اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے جس تک کوئی اور نہیں پہنچ سکا۔"[۵۷]

علمی اسفار

اس زمانہ میں طالب علم کو محدثین کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے اساتذہ اور شیوخ سے استفادہ کے لیے مختلف مقامات و ممالک کا سفر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ چنانچہ علی ابن المدینی نے بھی حصولِ علم کے لیے رختِ سفر باندھا۔ خلیلی لکھتے ہیں "امام احمد نے یحییٰ بن معین اور علی ابن المدینی کے ساتھ مکہ کا سفر کیا۔ پھر یہ حضرات صنعاء تشریف لے گئے۔ پھر عراق کے شہروں کوفہ، بصرہ اور واسط واپس آ گئے، وہاں سے امام احمد تنہا ملک شام چلے گئے۔"[۵۹]

علی ابن مدینی کے طویل سفر کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر انھوں نے بڑی عمر میں کیا تھا۔ اس لیے کہ اس سفر سے پہلے وہ اطرافِ حدیث پر ایک جامع مسند تصنیف کر چکے تھے۔ وہ اپنے اس سفر کے بارے میں بیان کرتے ہیں

کہ میں نے اطراف پر ایک جامع مسند مرتب کر لی تھی۔ اس کو کاغذات میں لکھ کر ایک بڑے بستہ میں رکھ دیا اور اسے گھر میں چھوڑ کر سفر پر چلا گیا۔ واپسی پر ایک روز اپنے لکھے ہوئے مسودہ کو دیکھنا چاہا، بستہ کو ہلایا تو اندازہ ہوا کہ خلافِ توقع زیادہ بھاری ہے، کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پورا مسودہ دیمک چاٹ گئی ہے اور کتاب مٹی کا ڈھیر بن گئی ہے۔ مسودہ کی یہ درگت دیکھ کر دوبارہ اسے مرتب کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔[8]

تصانیف

امام علی ابن مدینی کا شمار عظیم محدثین میں ہوتا ہے، ان کی امامت اور جلالتِ شان پر اجماع ہے۔ ان کی کتابیں بڑی معرکہ آرا ہیں۔[9] ان کی تعداد تقریباً دو سو تک پہنچتی ہے۔[10] ابن ندیم نے ان کی سات کتابوں کے نام ذکر کیے ہیں (۱) کتاب المسند بعللہ (۲) کتاب المدلسین (۳) کتاب الضعفاء (۴) کتاب العلل (۵) کتاب الاسماء والکنیٰ (۶) کتاب الاشربۃ (۷) کتاب التنزیل۔[11]

ابن خیر اشبیلی نے اپنی فہرست میں علی ابن مدینی کی مرویات کے ضمن میں کتاب الطبقات (دو جلدیں) کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن مدینی کی تصنیفات کی سب سے طویل فہرست حاکم نیشاپوری نے دی ہے۔ اس میں ۲۹ کتابوں کا تذکرہ ہے۔[12]

(۱) کتاب الأسامی والکنیٰ (آٹھ جلدیں)
(۲) کتاب الضعفاء (دس جلدیں)
(۳) کتاب المدلسین (پانچ جلدیں)
(۴) کتاب اوّل من نظر فی الرجال وفحص عنہم (ایک جلد)
(۵) کتاب الطبقات (دس جلدیں)
(۶) کتاب من روی عن رجل لم یرہ (ایک جلد)
(۷) علل المسند (تیس جلدیں)
(۸) کتاب العلل لاسماعیل القاضی (چودہ جلدیں)
(۹) علل حدیث ابن عیینہ (تیرہ جلدیں)
(۱۰) کتاب من لا یحتج بحدیثہ ولا یسقط (دو جلدیں)

۴۶۰

(۱۱) کتاب الکنیٰ (پانچ جلدیں)
(۱۲) کتاب الوہم والخطا (پانچ جلدیں)
(۱۳) کتاب قبائل العرب (دس جلدیں)
(۱۴) کتاب من نزل من الصحابہ سائر البلدان (پانچ جلدیں)
(۱۵) کتاب التاریخ (دس جلدیں)
(۱۶) کتاب العرض علی المحدّث (دو جلدیں)
(۱۷) کتاب من حدث ثم رجع عنہ (دو جلدیں)
(۱۸) کتاب یحییٰ وعبدالرحمٰن فی الرجال (پانچ جلدیں)
(۱۹) سؤالاتہ لیحییٰ (دو جلدیں)
(۲۰) کتاب الثقات والمثبتین (دس جلدیں)
(۲۱) کتاب اختلاف الحدیث (پانچ جلدیں)
(۲۲) کتاب الاسامی الشاذہ (تین جلدیں)
(۲۳) کتاب الاشربہ (تین جلدیں)
(۲۴) کتاب تفسیر غریب الحدیث (پانچ جلدیں)
(۲۵) کتاب الاخوۃ والاخوات (تین جلدیں)
(۲۶) کتاب من یُعرف باسمہٖ دون اسم ابیہ (دو جلدیں)
(۲۷) کتاب من یُعرف باللقب (ایک جلد)
(۲۸) کتاب العلل المتفرقہ (تیس جلدیں)
(۲۹) کتاب مذاہب المحدثین (دو جلدیں)

قاضی ابوبکر فرماتے ہیں کہ ان کتابوں میں سے چار یا پانچ کو چھوڑ کر سب حوادث زمانہ کا شکار ہوگئیں۔ ان کے ضائع ہوجانے کی وجہ سے بہت سے علوم ختم ہوگئے اور امت بے شمار فوائد سے محروم ہوگئی[۱]۔

جرح وتعدیل میں عدم مداہنت

علی ابن مدینی کے والد فنِ حدیث میں ضعیف تھے۔ اس لیے وہ ان سے

روایت نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ علی بن مدینی اپنے والد کے نافرمان ہیں، لیکن اپنے والد کے آخری ایامِ حیات میں وہ ان سے روایت کرنے لگے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ علی بن مدینی کے اپنے والد سے روایت کرنے کے باوجود وہ (یعنی ان کے والد) قوی نہیں شمار کیے گئے تھے۔ عبداللہ اہوازی فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے اصحاب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی بن مدینی نے اپنے والد سے روایت کی، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "شیخ کی روایت میں ضعف ہے۔" امام حاکم نے قتیبہ کا واقعہ نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں بغداد گیا، لوگ جمع ہو گئے، ان میں امام احمد بن حنبل اور علی ابن مدینی بھی تھے، میں نے کہا "ہم سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کی ہے ...." ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک نوجوان کھڑا ہوا اور کہا: اے ابو رجاء! ان صاحب کا لڑکا ان سے ناراض ہے (پھر ان کی روایت کیوں کر قابل قبول ہو سکتی ہے۔)

ابن حبان فرماتے ہیں کہ علی بن مدینی سے ان کے والد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: کسی دوسرے سے پوچھ لو۔ لوگوں نے اصرار کیا تو گردن جھکا لی، پھر سر اٹھا کر فرمایا "وہ دین دار شخص تھے"۔

تاریخ بخاری کی ایک روایت میں صالح بن محمد کہتے ہیں کہ: میں نے علی بن مدینی کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرے والد راست گو ہیں، وہ میرے نزدیک دراوردی سے زیادہ پسندیدہ ہیں[۵۱]

معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہے کیوں کہ ابن مدینی سے روایت کرنے والے تمام لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اپنے والد کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جرح و تعدیل کے معاملے میں وہ کتنے سخت تھے۔

معاصرین کی نظر میں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علی ابن مدینی کو عللِ حدیثِ نبوی کی معرفت میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اس کے ساتھ وہ رجالِ حدیث کی مکمل معلومات رکھنے والے، وسیع حافظہ کے

مالک اور اس فن میں تبحرِ علمی کے حامل تھے۔ اپنے زمانہ میں وہ اپنی مثال آپ تھے[۱۶]

علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں: "علی ابن مدینی اس فن (علل الحدیث) کے فلسفی اور طبیب تھے نیز جماعتِ محدثین کے ترجمان اور خطیب تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کی قبر کو منور کر دے"[۱۷]

علی ابن مدینی کو ان کی زندگی ہی میں شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ یہ معمولی بات نہیں کہ کسی عالم کو اس کے معاصر علماء عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھیں۔ علی ابن مدینی کے تمام معاصرین ان کے علم کا اعتراف کرتے تھے۔ اس شخص کی عظمت کا کیا کہنا جو چت لیٹا ہوا ہو، امام احمد بن حنبلؒ اس کے دائیں جانب اور یحییٰ بن معینؒ اس کے بائیں جانب بیٹھے ہوں اور وہ ان دونوں کو املا کرا رہا ہو[۱۸]

فنِ حدیث میں امام بخاریؒ کے مرتبہ و مقام سے سب واقف ہیں۔ فرماتے ہیں "میں نے علی ابن مدینی کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا محسوس نہیں کیا"[۱۹]

امام احمد بن حنبلؒ احترام میں علی ابن مدینی کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ان کی کنیت ابوالحسن سے ان کا تذکرہ کرتے تھے[۲۰]

ابن مہدی فرماتے ہیں: "علی ابن مدینی حدیثِ نبوی کے سب سے بڑے عالم تھے"[۲۱] یحییٰ بن قطانؒ کا کہنا ہے کہ "لوگ مجھے علی ابن مدینی سے محبت کرنے پر ملامت کرتے ہیں حالانکہ میں ان سے فیض حاصل کرتا ہوں"[۲۲] ابو عبید قاسم بن سلام فرماتے ہیں: علم کا منتہیٰ چار اشخاص ہیں۔ ابوبکر بن ابو شیبہؒ سب سے زیادہ بیان کرنے والے، امام احمد بن حنبلؒ سب سے بڑے فقیہہ، علی ابن مدینیؒ سب سے بڑے عالم اور یحییٰ ابن معینؒ سب سے زیادہ لکھنے والے ہیں[۲۳]

امام ابو داؤدؒ سے پوچھا گیا کہ علی ابن مدینی بڑے عالم ہیں یا احمد بن حنبل؟ انہوں نے جواب دیا کہ "امام احمد بن حنبل کی بہ نسبت علی بن مدینی اختلافِ حدیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں"[۲۴]

امام نسائیؒ فرماتے ہیں: گویا علی ابن مدینی اسی کام (علل الحدیث) کے لیے پیدا کئے گئے تھے[۲۵]

ابو حاتم رازی کا خیال ہے کہ "علی ابن مدینی حدیث اور عللِ حدیث کی معرفت میں سب سے آگے تھے"[۲۵]

مزاج

ابن معین فرماتے ہیں: "علی ابن مدینی جب ہمارے پاس (کوفہ) تشریف لاتے تو اہلِ سنت کے عقائد بیان کرتے اور جب بصرہ جاتے تو تشیّع کا اظہار کرتے"[۲۶]

یہ واقعہ علی ابن مدینی کی شخصیت کے ایک اہم پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ کوفہ اپنے تشیّع میں اور بصرہ اپنے عثمانی رجحانات کے لیے معروف تھا۔ غالباً اسی وجہ سے علی ابن مدینی تشیّع کے مقام پر اہلِ سنت کے عقائد کا اظہار کر کے اور ناصبی مقام پر تشیّع کا اظہار کر کے دونوں باہم برسرِ پیکار رجحانات کی مخالفت کرتے تھے۔ اس سے ان کا مقصد غالباً دونوں فرقوں کی شدّت کو کم کرنا تھا۔

فتنۂ خلقِ قرآن

عباس بن عبد العظیم عنبری کہتے ہیں کہ "ایک روز میں علی بن مدینی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھیں خاموش اور غمگین پایا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا "ایک خواب دیکھا ہے"۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں حضرت داؤد علیہ السّلام کے منبر پر خطبہ دے رہا ہوں" میں نے عرض کیا "خواب تو اچھا ہے۔ آپ ایک نبی کے منبر پر خطبہ دے رہے ہیں"۔ فرمایا "اگر میں خواب میں یہ دیکھتا کہ میں حضرت ایوب علیہ السّلام کے منبر پر خطبہ دے رہا ہوں تو بہتر ہوتا، کیوں کہ حضرت ایوب علیہ السّلام اپنے جسم کے معاملے میں آزمائش میں ڈالے گئے تھے، رہے حضرت داؤد علیہ السّلام تو ان کی آزمائش دین کے معاملے میں ہوئی تھی، مجھے یہ خوف دامن گیر ہو گیا ہے کہ میں بھی کہیں دین کے معاملے میں آزمائش میں نہ ڈالا جاؤں" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔"[۲۸] (یعنی وہ فتنۂ خلقِ قرآن کا شکار ہو گئے تھے۔)

تیسری صدی ہجری کے ربعِ اوّل میں امتِ مسلمہ کے درمیان ایک فتنہ یہ برپا ہوا کہ قرآن مخلوق ہے حکومت اپنی پوری قوت و شوکت اور جلّادوں کے ساتھ اس فتنہ

کی پشت پناہی کر رہی تھی، جب کہ عام مسلمان اور قابلِ احترام علمار دوسری صف میں تھے علمار اس فتنہ میں بڑی آزمائش میں ڈالے گئے، کچھ کو ایذار و تعذیب کا نشانہ بنایا گیا اور کچھ کو قتل کر دیا گیا۔ اس آزمائش میں بعض علما ثابت قدم رہے اور بعض سے کمزوری کا اظہار ہوا، کیوں کہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے اور تکلیفیں برداشت کرنے میں تمام لوگ برابر نہیں ہوتے، کچھ آزمائش میں آخر تک جمے رہتے ہیں اور کامیابی سے ہم کنار ہوتے یا شہادت کا درجہ پاتے ہیں، کچھ لوگ ابتدا میں تو ثابت قدم رہتے ہیں لیکن کسی نہ کسی کمزوری کی وجہ سے آخر تک اس پر قائم نہیں رہ پاتے۔

فتنۂ خلقِ قرآن میں علی ابن مدینی کا موقف مؤخر الذکر لوگوں جیسا تھا۔ وہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: میرے لیے ان لوگوں کی بات مان لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، کیوں کہ مجھے ایک تاریک کوٹھری میں آٹھ ماہ تک قید رکھا گیا تھا۔ میرے پیر میں آٹھ من کی بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اتنی طویل قید سے مجھے اپنی بینائی ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا تھا[۳۹]۔

مزید فرماتے ہیں" احمد بن حنبل میں کوڑا کھانے کی سکت تھی۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں تھی[۴۰]۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے" مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ اگر مجھے ایک کوڑا بھی مارا جاتا تو میں مر جاتا[۴۱]۔

گذشتہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ علی ابن مدینی کے اندر قوتِ برداشت کم تھی، وہ نحیف الجثہ تھے ان کی جسمانی حالت اس قابل نہ تھی کہ ایذار و تعذیب کو برداشت کر سکتے۔ اسی وجہ سے فتنۂ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں انھوں نے حکومتِ وقت کی تائید کی اور ابنِ ابی دؤاد کے ہم نوا ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن ابی داؤد کو خوش کرنے کے لیے علی ابن مدینی لوگوں کو امام احمد بن حنبل کی احادیث سے دور رہنے کا حکم دیتے تھے۔ اسی طرح ابن ابی دؤاد بھی لوگوں کو اصمعی کی روایات سے دور رہنے کا حکم دیتے تھے، جنھوں نے ابن مدینی پر تنقید کی تھی[۴۲]۔

ابن مدینی ابن ابی دؤاد کو ابوعبداللہ کی کنیت سے پکارتے تھے اس وجہ سے اکثر لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ اس کنیت سے مراد امام احمد بن حنبل ہیں[۴۳]۔

علی ابن مدینی پر بعض الزامات

حسن بن فہم نے اپنے والد سے بیان کیا ہے[۳۶] کہ خلیفہ معتصم کو ابن ابی دؤاد نے اس بات پر ابھارا کہ وہ امام احمد بن حنبل سے آخرت میں رویت باری تعالیٰ کے بارے میں دریافت کرے (ابن ابودؤاد کا خیال تھا کہ رؤیتِ باری ممکن نہیں اس لیے کہ آنکھ (نگاہ) کسی محدود شی پر ہی ٹکتی ہے جب کہ ذاتِ خداوندی لامحدود ہے) خلیفہ نے امام احمد سے سوال کیا تو انھوں نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کی یہ حدیث پیش کی جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ہم چودہویں رات کی چاندنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: سن لو تم عن قریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس روشن چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیدار میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی"۔

یہ سن کر معتصم نے ابن ابی دؤاد سے پوچھا "اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا اس حدیث کی سند پر غور کرتا ہوں۔ پھر اس نے علی بن مدینی کو بلا بھیجا۔ اس وقت وہ بغداد میں بہت مفلسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ابن مدینی اس کے پاس آئے تو اس نے ان سے کوئی بات کیے بغیر ان کی خدمت میں دس ہزار درہم پیش کیے اور کہا کہ یہ امیر المؤمنین کی طرف سے آپ کے لیے عطیہ ہے۔ مزید براں ابن ابی دؤاد نے حکومت کے کارندوں کو حکم دیا کہ انھیں جس چیز کی بھی ضرورت ہو، دی جائے۔ چنانچہ ان کو دو سال کی خوراک دے دی گئی۔ پھر ابن ابودؤاد نے ان سے پوچھا۔ اے ابوالحسن رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کی روایت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس نے پھر کہا: کیا اس کے کسی ضعف کے بارے میں آپ کو علم ہے؟ انھوں نے کہا: اس طرح کی باتوں سے قاضی صاحب مجھ کو معاف رکھیں۔ ابن ابی دؤاد نے کہا: جناب یہ حالات حاضرہ کا ایک اہم موضوع ہے۔ پھر اس نے ان کے لیے بیش قیمت کپڑے، خوشبو اور سواری کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح ان پر ابن ابی دؤاد کی نوازشیں جاری رہیں، یہاں تک کہ انھیں کہنا

پڑھا۔اس حدیث کی سند میں ایک راوی ناقابلِ اعتبار ہے،اس کی وجہ سے یہ روایت بھی ناقابلِ اعتبار ہے،وہ راوی قیس بن حازم ہے۔یہ ایک بدّو تھا جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا" (یعنی اس کو پیشاب کرنے کی تمیز نہ تھی)

دوسرے روز ابن ابی دؤاد نے علی ابن مدینی کی یہ بات خلیفہ معتصم کی مجلس میں بطور دلیل پیش کی،امام احمد بن حنبل نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ یہ کام علی بن مدینی کا ہی ہو سکتا ہے۔

علامہ خطیب بغدادی نے اس الزام کو رد کیا ہے۔فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے علی ابن مدینی کو ایسا کہنے سے محفوظ رکھا تھا۔اس لیے کہ تمام محدثین بشمول علی ابن مدینی قیس بن ابی حازم کی روایت کو قبول کرنے پر متفق ہیں۔دوسرے یہ کہ جن حضرات نے امام احمد کی آزمائش کے واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں بیان کیا ہے کہ رؤیت کے مسئلہ پر امام احمد بن حنبل سے مناظرہ ہوا تھا۔اگر ابن فہم سے منقول یہ روایت صحیح ہے تو میرا خیال ہے کہ ابن ابی دؤاد نے قیس بن حازم کے بارے میں یہ بات خود ہی کہی ہے اور اس کی نسبت علی بن مدینی کی طرف کر دی ہے[۳۵]۔

شاید علی بن مدینی کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ ابن ابی دؤاد کے شر سے محفوظ رہنے اور دوسرے بہت سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے پاس آتے جاتے تھے اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے[۳۶]۔ اسی وجہ سے علی بن مدینی پر بعض دوسرے الزامات بھی عائد کیے گئے ہیں۔امام ذہبی نے ان کی صرف اتنی ہی گرفت کی ہے[۳۷]۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ علماء نے ان کی تعریف وتحسین کی ہے اور خلقِ قرآن کے مسئلہ میں انھیں معذور سمجھا ہے۔ابن معین فرماتے ہیں: "وہ ڈر گئے تھے، اسی بنا پر ایسی بات کہہ دی تھی۔"

ابن رجب اس عذر سے مطمئن نہیں تھے،چنانچہ ان کا قول ہے "اگر بات اتنی ہی ہوتی جتنی بیان کی جاتی ہے تو ان کا عذر قابلِ قبول ہوتا،بلکہ معاملہ اس سے زیادہ افسوسناک تھا جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔"[۳۸]

ابن ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: فتنۂ خلقِ قرآن میں علی ابن مدینی کے موقف کی وجہ سے ابوزرعہ نے ان سے روایت کرنا بند کر دیا تھا،لیکن میرے والد ان سے روایت

کرتے تھے، اس لیے کہ بعد میں انھوں نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا تھا[۳۹]

ذہبی فرماتے ہیں: اس امام کے مناقب بہت ہیں اگر انھوں نے مسئلہ خلقِ قرآن میں ملوّث ہو کر اس کو مکدّر نہ کردیا ہوتا یا احمد بن ابی دؤاد کے پاس ان کا آنا جانا نہ ہوتا، لیکن ابن مدینی نے بعد میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا تھا اور اس پر شرمندہ تھے اور قرآن کو مخلوق قرار دینے والے کو کافر گردانتے تھے، اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ان کی مغفرت کرے[۴۰]

علامہ سبکی فرماتے ہیں: "ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ انھوں نے تلوار کے خوف سے ایسی بات کہی تھی[۴۱]

محمد بن عبداللہ عمار فرماتے ہیں: "علی ابن مدینی کے بارے میں ہم بغیر کسی شک و شبہہ کے کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ کہا تلوار کے خوف سے کہا۔ اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ حکومت کی مرضی کے خلاف کہنے پر وہ اس کی آزمائشوں کو جھیل نہیں سکیں گے"[۴۲]

امام بخاری نے ان سے تین سو حدیثیں روایت کی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انھیں ابن مدینی پر پورا اعتماد تھا[۴۳]

امام علی ابن مدینی کی برارت، فنِ حدیث میں ان کی عظمت اور ان کی عدالت وثقاہت ثابت کرنے کے لیے علمار کے مذکورہ بالا اقوال کافی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ خلقِ قرآن میں علی ابن مدینی کا عقیدہ بالکل صحیح تھا۔ انھوں نے جو کچھ کہا وہ جان کے ڈر سے کہا تھا۔ انھوں نے ایک مرتبہ علی بن حسین بن ولید سے فرمایا: "میرے بارے میں میرے اصحاب کو بتادو کہ خلقِ قرآن کے قائلین کافر اور گمراہ ہیں۔ میں نے مجبوراً ان کی تائید کی تھی"[۴۴] اس مسئلہ میں ان سے ایک اور صریح قول بھی مروی ہے۔

محمد بن عثمان بن ابو شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے علی ابن مدینی کو ان کی موت سے دو ماہ قبل یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے"[۴۵]

وفات

علی ابن مدینی کا انتقال مقام عسکر میں بروز پیر مورخہ ۲۸ ر ذی قعدہ ۲۳۴ھ کو ہوا۔[۴۶]

(علی ابن مدینی کی کتاب "العلل" پر محقق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کا مقدمہ)

مراجع

(۱) ابویعلی خلیلی : الارشاد، مکتبہ ایا صوفیا، استنبول، مخطوطہ ۲۹۵۱ ص ۱۰۰-أ
(۲) کارل بروکلمان : تاریخ ادب العرب (عربی ترجمہ) دار المعارف قاہرہ طبع دوم ۱۹۶۲ء ج ۳ ص ۲۲۰-۲۲۱
(۳) خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، قاہرہ ۱۹۳۱ء، ج ۱۱
(۴) محمد بن اسماعیل بخاری: التاریخ الکبیر، حیدرآباد ۱۳۶۱ھ، ج ۳/۲ ص ۲۸۴
(۵) ذہبی : تذکرۃ الحفاظ، حیدرآباد ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء، ص ۴۲۸-۴۲۹
(۶) ابن حجر عسقلانی : تہذیب التہذیب، حیدرآباد ۱۳۲۵ھ، ج ۷ ص ۳۴۹
(۷) مزّی : تہذیب الکمال، دار الکتب المصریہ قاہرہ، ص ۹۰۴
(۸) خطیب بغدادی : الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، مکتبہ البلدیہ اسکندریہ، ص ۱۹۵-أ
(۹) ابن ابی حاتم رازی : الجرح والتعدیل، حیدرآباد ۱۳۶۰ھ، ج ۳/۱ ص ۱۹۴
(۱۰) قیسرانی : الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۳۵۶
(۱۱) ابن عماد حنبلی : شذرات الذہب، قاہرہ ۱۳۵۰ھ، ج ۲ ص ۸۱
(۱۲) ابن رجب حنبلی : شرح علل الترمذی، احمد الثالث (۵۳۲) ص ۴۸ ق - ۵۰ ق
(۱۳) ابویعلیٰ موصلی : طبقات الحنابلہ، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ قاہرہ، ج ۱ ص ۲۲۶-۲۲۷
(۱۴) سبکی : طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تحقیق عبدالفتاح، قاہرہ ۱۳۸۳ھ، ج ۲ ص ۱۴۵
(۱۵) ابن خیر اشبیلی : الفہرست، بغداد ۱۹۶۳ء، ص ۲۲۵-۲۲۶
(۱۶) ابن ندیم : الفہرست، تحقیق فلوجل، لیبزج ۱۸۷۱ء، ص ۲۳۱
(۱۷) حاکم نیشاپوری : معرفۃ علوم الحدیث، تحقیق معظم حسین، قاہرہ ۱۹۳۷ء، ص ۷۱
(۱۸) ذہبی : میزان الاعتدال، تحقیق بجاوی قاہرہ ۱۳۸۲ھ، ج ۳ ص ۱۳۸
(۱۹) تغری بردی : النجوم الزاہرہ، دار الکتب المصریہ قاہرہ، ج ۲ ص ۲۷۷

حواشی

۱؎ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۵۹

۲؎ عبداللہ بن جعفر سعدی کی سوانح حیات کے لیے ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۷۴-۱۷۶

۳ھ تہذیب الکمال ص ۴۹۰۔ب نیز تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۶۲

۴ھ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۱

۵ھ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۲

۶ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۶۱

۷ھ الارشاد ص ۱۰۰۔اُ

۸ھ تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۴۶۲

۹ھ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵

۱۰ھ المیزان ج ۳ ص ۱۴۱، مزید دیکھئے النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۲۷۷

۱۱ھ الفہرست ص ۲۳۱

۱۲ھ فہرست ابن خیر اشبیلی ص ۲۲۵

۱۳ھ معرفۃ علوم الحدیث ص ۷۱-۷۲، مزید دیکھئے خطیب بغدادی، الجامع ص ۱۹۵ - اُ،
ابن رجب، شرح علل الترمذی ص ۴۸ ب

۱۴ھ الجامع ص ۱۹۵ - اُ

۱۵ھ یہ پوری بحث اختصار کے ساتھ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۷۴-۱۷۶ سے منقول ہے۔

۱۶ھ ملاحظہ ہو: میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۴۱

۱۷ھ الجامع ص ۱۹۵ - اُ

۱۸ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۶۳

۱۹ھ ایضاً، مزید دیکھئے شرح علل الترمذی ص ۴۸ - اُ، نیز تذکرۃ الحفاظ ص ۴۲۸

۲۰ھ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۹۴، مزید دیکھیں تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۵۸-۴۵۹

۲۱ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۶۰، تذکرۃ الحفاظ ص ۴۲۸

۲۲ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۶۰ ۲۳ھ حوالہ بالا ص ۴۶۵

۲۴ھ محولہ بالا ص ۴۶۴، تذکرۃ الحفاظ ص ۴۲۸

۲۵ھ تذکرۃ الحفاظ ص ۴۲۸

۲۶ھ الجرح والتعدیل ج ۳/۱ ص ۱۹۴، شرح علل الترمذی ص ۴۸ - اُ

۲۷ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۶۳، ۴۷۰، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۹

۲۸ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ص ۴۶۵ - ۴۶۶

۲۹ھ حوالہ بالا ج ۱۱ ص ۴۷۱ ۳۰ھ ایضاً ص ۴۶۹

۳۱ھ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۴۱

۳۲ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۷۰ - ۴۷۱

۳۳ھ حوالہ بالا ۳۴ھ حوالہ بالا ج ۱۱ ص ۴۶۶

۳۵ھ حوالہ بالا ج ۱۱ص ۴۶۷ ۳۶ھ حوالہ بالا ج ۱۱ ص ۴۷۱

۳۷ھ تذکرۃ الحفاظ ص ۴۲۸

۳۸ھ شرح علل الترمذی ص ۹۴ - ۱

۳۹ھ الجرح والتعدیل ج ۳/۱ ص ۱۹۴

۴۰ھ تذکرۃ الحفاظ ص ۴۲۸

۴۱ھ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۴۷

۴۲ھ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۴۱

۴۳ھ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۵۷

۴۴ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۷۱

۴۵ھ شرح علل الترمذی ص ۹۴ - ۱، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۴۱، ابن المدینی : سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ص ۲۲۳ - ۱، مزید دیکھئے مقبلی : العلم الشامخ، قاہرہ، ۱۳۲۸ھ، طبع اول، ص ۴۰۳

۴۶ھ تاریخ بغداد ج ۱۱ص ۴۷۳، قیسرانی : الجمع بین رجال الصحیحین ص ۳۵۶، بخاری التاریخ الکبیر ج ۳/۲ ص ۲۸۴

خطیب نے تاریخ وفات کے سلسلہ میں ایک دوسرا قول ۲۳۵ھ کا نقل کیا ہے۔ خلیلی نے الارشاد ص ۱۰۰ میں ان کا سنِ وفات ۲۳۸ھ تحریر کیا ہے۔ فہرست ابن ندیم ص ۲۳۱ میں ہے کہ ان کی وفات سامرا میں ۲۵۸ھ میں ہوئی۔ یہ کھلی تصحیف ہے۔